ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:2, Issue:1 July to December, 2024
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

☆ڈاکٹر یوسف حسین

عباس آرام کے نام اقبال کے خطوط

(جشن فردوسی کے موقع پر ٹیگور کے دورہ ایران اور زرتشتی مذہب کے احیاء پر تبصرہ)

Iqbal's Letters to Abbas Aram

(Comment on Tagore's visit to Iran and the revival of Zoroastrianism on the occasion of Ferdowsi Festival.)

The following article summarizes and explains the theme of four letters of Allama Iqbal which he wrote in 1932 to Abbas Aram, an Iranian diplomat. In these successive letters, three basic and important things have been mentioned. The purpose of the letters was to keep Iranians informed of the modern realities and conspiracies that the colonial powers had started through their propaganda in that time. The letters cover Allama's views on the future of Muslims in West Asia, commentary on some literary topics and books, motives and goals of Tagore's visit to Iran, and the rumor of conversion of Iranian state religion to Zoroastrianism during the Shah's reign. Another letter addressed to Iqbal was sent to G.K. Nariman, a Parsi journalist in Bombay, in which he has informed Allama of the real facts behind the ongoing conspiracies. Allama has sent the details of this letter to Abbas Aram. The text of the letters is in English. This article sheds light on the background and reasons for writing all these letters.

Key Words: Iqbal's letter to Abbas Aram, Iran and Iqbal, Tagore's visit to Iran, Iran and conversion of state religion to Zoroastrianism.

علامہ اقبال نے ایران کے پہلوی دور حکومت کے وزارت امور خارجہ کے ایک سفارت کار غلام عباس آرام کو چار خطوط لکھے ہیں۔ ان چاروں خطوط کا متن انگریزی زبان میں ہے۔ آخری خط میں ضمیمے کے طور پر بمبئی کے معروف پارسی صحافی گ۔ک۔ نریمان کے خط کو بھی لف کیا گیا ہے۔ یہ خطوط متنوع موضوعات کے حامل ہیں۔ ابتدائی دو خطوط میں انہوں نے فارسی ادبی کتب پر لکھا ہے۔ عباس آرام کو اپنی

☆اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جامعہ پشاور Yousaf_husain@uop.edu.pk

کتاب بھجوانے کا وعدہ کیا ہے اور دیگر خطوط میں مسلمانوں اور اس وقت جاری استعماری سازشوں سے پردہ ہٹانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک خط میں کہا ہے کہ اس خط کو خفیہ رکھا جائے۔

اس سے قبل کہ خطوط کے مندرجات پر بحث کی جائے، مرسلہ خطوط کے مخاطب عباس آرام کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ موصوف کون تھے۔ عباس آرام (پیدائش 1903-وفات 1984) ایران کی کوئی معروف سماجی یا ادبی شخصیت نہیں تھے۔ غلام عباس آرام کے والد مسلمان اور والدہ بہائی تھیں۔ والد علی رضا اور والدہ یزد شہر میں بہائیوں کے قتل عام کے دوران قتل ہوئیں اور آرام نے ابتدائی زندگی غربت اور بے بسی میں بسر کی۔ 1921ء میں ہندوستان آکر انگریز افسروں سے تعلق پیدا کی اور انگریزی زبان پر کامل دسترس کی وجہ سے 1923ء میں ایرانی وزارت خارجہ کے دفتر معاونیت اور دارالانشاء میں نوکری مل گئی۔ 1925ء میں برطانوی ہند کے دور میں ہندوستان میں ایرانی قونصلیٹ جنرل میں معاون کونسل جنرل کے عہدے پر تعینات رہے۔ انکا تبادلہ لندن اور واشنگٹن میں موجود ایرانی سفارت خانوں میں کیا جاتا رہا۔ موصوف مختلف ممالک میں موجود ایرانی سفارت خانوں میں سفیر کے عہدہ پر تعینات ہوئے۔ عراق میں 1960ء، جاپان میں 1957ء، برطانیہ میں 1966ء، چین میں 1971ء کے دوران سفیر رہا۔ بیچ میں مختلف اوقات میں ایرانی وزارت خارجہ کے کلیدی پوسٹوں میں بھی تعینات رہا۔ اس دوران وہ سفارت کاری سے آگے بڑھتے ہوئے 30 دسمبر 1959ء سے 30 جولائی 1960ء تک پہلوی حکومت میں نگران وزیر خارجہ رہے۔ پھر 30 دسمبر 1960 سے 3 مارچ 1966ء تک ایران کے مستقل وزیر امور خارجہ رہے۔ اس سے قبل 1953ء میں ڈاکٹر مصدق کی حکومت کا تختہ الٹتے وقت موصوف وزارت امور خارجہ کے سفارت کار رہے۔ موسسہء مطالعات تاریخ معاصر ایران (www.iichs.ogr) کے مطابق موصوف رضا شاہ پہلوی دور میں 1962ء سے 1966ء تک اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی میں ایرانی مندوب کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی۔ چار سال تک برطانیہ میں بھی سفیر رہے۔ 1974ء میں سینٹ کے ساتویں دور میں انتصابی سینٹر بھی رہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے دوران گرفتار ہوئے۔ تین سال جیل میں رہے اور سال 1984ء میں جیل ہی میں وفات پائے۔ موصوف بہت محنتی اور اصول پسند شخص تھے۔ ہندوستان میں تعیناتی کے دوران انکے علامہ اقبال کے ساتھ روابط بڑھے اور پھر انکے درمیان اکثر موضوعات پر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

عباس آرام کے نام مرسلہ خط 22 جون 1932ء میں علامہ اقبال نے ایبٹ آباد کے وکیل اور معروف

فارسی شاعر، مترجم، شارح اور محقق میر ولی اللہ کی کتاب پر تبصرہ کیا ہے اور میر ولی اللہ کو فارسی زبان و ادب کا ایک اچھا محقق اور غزلیات حافظ کا ایک اچھا شارح قرار دیا ہے۔ اسی خط میں آگے جا کر انڈیا میں 1857ء کے بعد کی پیدا ہونے والی صورت حال اور اسکے بعد عملی طور پر مسلمانوں کی قید کی زندگی گزارنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اقبال کے خیال میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اب وسطی ایشیاء اور مغربی ایشیاء میں بننے والے تجارتی راستے خطے کے عظیم تر سماجی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی مفادات کے حق میں ہوں گے۔ علامہ پُر امید ہیں کہ وسطی ایشیاء اور مغربی ایشیاء مستقبل میں پوری ایشیاء کا مقدر بدل دیں گے۔ تجارتی راستے بننے کے بعد یہ خطہ عظیم تر سماجی، معاشی اور ثقافتی افادیت میں اضافے کا سبب بنے گا۔ علامہ اقبال کی ایران کے ساتھ خصوصی دلچسپی رہی۔ خاص طور پر پہلوی دور میں زرتشتی اقدار کی طرف ریاست کی رغبت کے مضمرات سے آرام کو آگاہ کرتے ہوئے ہند میں میڈیا کے پروپیگنڈوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور فردوسی کے جشن ہزار سالہ کے موقع پر ٹیگور کے رسمی سفر ایران کو ہند کے میڈیا نے ایرانیوں اور ہندووں کے درمیان آریائی ربط و پیوند کی مضبوطی اور توسیع کی طرف ایک قدم قرار دیا گیا۔ علامہ اقبال نے اس تمام منظر نامہ کو امت کی تخریب کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے ایرانی قوم پرست اور اسلام مخالف رجحانات رکھنے والے مصنفین اور دانشوروں کی سرگرمیوں کو ایران کے لیے سیاسی نقصان کا سبب قرار دیا ہے اور اس ضمن میں ایران کو مستقبل میں درپیش ناگوار نتائج بھگتنے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ ایشیاء کا مستقبل وسطی ایشیاء اور مغربی ایشیاء کے ممالک کے اتحاد سے منسلک ہے۔ اس اتحاد میں وہ مسلم اور غیر مسلم ممالک دونوں شامل ہیں۔ علامہ نے مغرب کے پروپیگنڈوں، خاص طور پر عثمانی دور میں ترکوں کے "پان اسلام ازم" نظریات سے متعلق ہندوستانی میڈیا کی مغربی تقلید کا حوالہ دیا ہے۔ (1) پان اسلام ازم کے تصورات صرف ان لوگوں کے ہیں جو اسلام کو یورپ کے لیے ایک خطرہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ خاکہ صرف یورپی ممالک کی جانب سے مسلمان ممالک پر یلغار اور انکو اپنے تسلط میں لانے کو جواز بخشنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ بہت افسوس کا مقام ہے کہ نوجوان مسلمان نسل ہندوستان اور دیگر ممالک میں اپنے ملک کی تاریخ کو یورپ والوں سے اخذ کرتے ہیں۔ حالانکہ انکی لکھی ہوئی تاریخی کتب سیاسی پروپیگنڈے پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں سے بعض جو ظاہری طور پر ایسی تحریروں میں بے ضرر دکھائی دیتے ہیں وہ بھی پس پردہ سیاسی تبلیغ سے کام لیتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایشیائی اقوام اور خاص طور پر ایشیاء کے مسلمان، پوری ایشیاء کی تاریخ کا دقت سے مطالعہ کریں۔ اس مطالعہ سے وہ اُن معاشی اور تاریخی قوتوں کے کردار کا بخوبی محاسبہ کر سکیں گے جو ایشیائی ممالک کی

حیات کے لیے سودمند ہے۔ ٹیگور ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں ایک اور ناانصافی کا مرتکب ہوا ہے۔ اس نے بین النہرین کے مسلمانوں سے کہا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنے کی ترغیب دلائیں۔ علامہ نے ایرانی شاہی سیاست اور حالات حاضرہ سے متعلق خط میں اپنی سیاسی پیش گوئیاں بیان کرتے ہوئے آخر میں خط کے ساتھ انڈیا کے پارسی صحافی اور دانشور گ۔ ک۔ نریمان کا خط بھی لف کیا ہے۔ اقبال کے اپنے خط اور نریمان کے خط میں چند اہم نکات جنکا تعلق ثقافت و سیاسی موضوعات سے ہے، اُس تاریخی دور میں نظریاتی تحریکوں اور ایران سے متعلق رائے کی توضیح پڑھنے کو ملتی ہے۔

علامہ اقبال نے آرام کے نام مرسلہ خط 20جون 1932ء میں شش گفتار نامی کتاب پر تبصرہ کیا ہے اور اس کتاب کو زیادہ پیچیدہ علمی اور فلسفیانہ مفاہیم سے آراستہ کتاب قرار دیا ہے۔ آرام کو تصوف کے بارے میں کتاب "قوت القلوب" از ابوطالب مکی کے بارے میں پڑھنے کا مشورہ دیا ہے۔ اسکے بعد کشف المحجوب از سید علی ہجویری جسکا تلخیص ترجمہ نکلسن نے کیا ہے اور کیمبرج سے چھپا ہے، کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ تصوف کی کتابوں پر خط میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتوحات مکیہ کو لمعاتِ عراقی کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ شعر کے زمرے میں ہمارے پاس گلشنِ راز از محمود شبستری ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی موجود ہے۔ اسی طرح عباس آرام کو اپنی کتاب زبور عجم بھجوانے اور اس کتاب میں گلشنِ رازِ جدید کے نام سے محمود شبستری کے اشعار کے جوابات دینے کا ذکر کیا ہے۔ (2) علامہ مثنوی مولانا روم کے انگریزی ترجمہ از نیکلسن کو مستند اور قدیم نسخہ مانتے ہیں جو مصر سے بازیاب ہوا ہے۔ اسی طرح فیہ مافیہ کو عبد المجید نے دریاباد ہند میں ضروری تصحیح و توشیح کے بعد چھاپا ہے اور علامہ اس کتاب کے متعلق اور مثنوی معنوی کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے انڈیا میں ان دو کتابوں کو زیادہ بکنے والی اور پڑھی جانی والی کتاب قرار دیتے ہیں۔

عباس آرام کے نام مرسلہ خط مورخہ 5جولائی 1932ء میں نریمان کے جراید کے ان تراشوں کو بھجوانے کا ذکر کیا ہے جو بمبئی کے پارسی صحافی کے ایران میں دین زرتشت کے احیاء کے بارے میں پارسیوں کے پروپیگنڈوں کی مخالفت اور اسکی تردید میں لکھے گئے مقالات پر مبنی ہیں۔ اس صورت حال پر ہندوستان میں جاری پروپیگنڈوں خاص طور پر بمبئی کرونیکل کے ایک شمارہ میں ٹیگور کے دورہ ایران سے متعلق توضیحات، نیز ہندو مت اور ایران کے درمیان آریائی تعلق کی توسیع کے نتائج کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ خط میں بتایا گیا ہے کہ آریائی نژاد پرستی کی حالیہ لہر محض ایران و ہندوستان تک محدود نہیں رہا بلکہ جرمنی میں

ایرانی پناہ گزیں بھی اسی قسم کے آریائی ربط کی توسیع کے اقدامات کی کوشش میں تھے جو ٹیگور کے اہداف کے مشابہ تھے۔ علامہ اقبال نے اس قسم کی کوششوں کو مسلمانوں میں قومیت پرستی اور نسل پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور اسکے عواقب سے خبردار کیا ہے اور مثال دی ہے کہ وہ چند دن پہلے ایم اے فارسی پنجاب یونیورسٹی کے امتحانی سوالات کی تیاری کر رہے تھے۔ کسی نے فارسی متن دیا جو نثر یہ ایرانشہر یا کسریٰ کا تھا۔ مقالہ کا لکھاری کوئی ایرانی تھا جسکا عقیدہ تھا کہ ایران بزور شمشیر مسلمان ہوا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ میرے رفیق کار کا خیال تھا کہ مذکورہ مقالہ کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لیے ایم اے فارسی کے طالب علموں کو دے دوں۔ میں نے رد کیا اور دوسرے متن کا انتخاب کیا۔ ایران کے ایسے لوگ اپنی تاریخ سے غافل ہیں یا یورپی پروپیگنڈہ کرنے والے سیاست دانوں کے آلہ کار ہیں۔ ان کا ایک ہی ہدف ہے کہ مسلمان ممالک آپس میں یکجہتی و یک دلی کے احساسات کو ترک کر دیں۔ مسلمان ممالک ایک دوسرے سے غافل نہیں رہ سکتے۔ ابھی تک یورپی یلغار جاری ہے۔ شاید اب ہم پہلے سے زیادہ یکجہتی کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ علامہ اس وقت امت مسلمہ کو خاص طور پر ایران میں جاری مسلم شناخت کو حذف کرنے کے سازشوں سے بخوبی واقف تھے۔ ہندوستان میں بیٹھ کر ایران کے اندرونی سماجی صورت حال کو دقت سے دیکھتے تھے اور انکی تشویق ایران میں مٹتے ہوئے اسلامی اقدار اور زردشتی اقدار کی بحالی تھی۔

علامہ اپنے مراسلے میں فرماتے ہیں کہ میری دانست کے مطابق اس قسم کے پروپیگنڈے اس حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے کئے جاتے ہیں کہ اب ایشیاء میں نئی راہوں کی توسیع سے مسلمان ممالک کے درمیان ربط پہلے سے زیادہ مستحکم ہوتے جا رہے ہیں۔ حالیہ دور میں یورپی امپریلزم کا زوال شروع ہوا ہے اور وہ اب اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کے امکان کو روکوانے کے درپے ہیں۔ توسیع اسلام اب انکی رنجش کا سبب بن گیا ہے۔ کیونکہ اسلام ہی ایشیاء میں یورپ کا اہم رقیب تصور کیا جاتا ہے اور ہندو بھی اپنے خصوصی تجارتی اہداف کی خاطر مسلمان ممالک سے متعلق اس قسم کے پروپیگنڈوں میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔ خط کے آخر میں علامہ اقبال اپنے قلمی دوست عباس آرام سے بالمشافہ ملاقات کرنے اور ان موضوعات پر تفصیلی نشست کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آخر میں اس خط کے مندرجات کو خفیہ رکھنے اور صرف کونسلر جنرل کے ساتھ شریک کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

علامہ کا ایک اور خط جو مورخہ 13 جولائی 1932 کو عباس آرام کو لکھا گیا ہے۔ اس خط میں بیشتر موضوعات کو ضمیمہ میں درج کیا ہے اور ضمیمہ میں گ۔ ک نریمان کے خط کے متن کو بھی لف کیا

ہے۔ علامہ نے نریمان کے خط کو خفیہ رکھنے کی خواہش کی ہے۔ خط میں علامہ نے ایران کے بارے میں لکھا ہے کہ حالیہ شاہی پالیسیوں اور انڈیا/پارسیوں کے ساتھ قرابت سے ایران کے بارے میں مسلمانوں کا تصور کس حد تک متاثر ہوا ہے۔ اس قرابت سے متعلق جاری پروپیگنڈے کے اہداف مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ لیکن فی الوقت اسکے مضر اثرات زیادہ ہیں اور عین ممکن ہے کہ غیر متوقع نتائج سامنے آئیں (جیسا کہ انقلاب اسلامی کی صورت میں آیا)۔ علامہ ان خطرات کا سامنا کرنے کے لیے پیشگی آمادگی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بمبئی کے زرتشتی صحافی گ۔ک۔ نریمان کا علامہ اقبال کے نام خط کے مندرجات کیا ہیں؟ اسمیں کونسی باتوں کا ذکر ہے؟ خط کو کیوں خفیہ رکھا گیا ہے؟ اور علامہ کے نام مرسلہ خط کو عباس آرام کو کیوں بھجوایا گیا؟ ان باتوں کی تفصیلی وضاحت ضروری ہے تاکہ ایران کے بارے میں برصغیر کے عوام اور دانشوروں کی عمومی رائے کا محاکمہ کیا جاسکے۔ نریمان نے یہ خط 11 جولائی 1932ء کو بمبئی سے علامہ اقبال کو لکھا تھا۔ خط کے شروع میں بتایا ہے کہ اس نے علامہ کی کتاب جاوید نامہ اپنے کسی مسلمان دوست کو دی اور دوست نے وعدہ کیا کہ بعض جگہوں پر جو نریمان کے خدشات تھے وہاں وہ انکی مدد کرے گا لیکن پھر اس مسلمان کا سراغ نہ ملا اور اس نے نریمان کی یاد دہانی کے باوجود کتاب واپس نہیں کی۔ نریمان نے خواہش کا اظہار کیا ہے کہ علامہ نے جاوید نامہ میں دین زرتشت کے جن سرودوں کو چن لیا ہے،(3) ان سے درخواست کی ہے کہ وہ جو بھی نام دینا چاہے دے سکتے ہیں اور نریمان اس انتخاب کو انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کرے گا۔

ایران میں زرتشتی آئین کے دوبارہ احیاء سے متعلق پروپیگنڈوں کے بارے میں نریمان مسلمانوں کی طرف سے مناسب اقدام کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب بھی دیر نہیں ہوئی بلکہ فرصت ہے۔ لیکن جتنا بھی ہم زیادہ تامل کریں تو اس ریاکاری کا راستہ روکنے میں کامیابی سست روی کا شکار ہوگی کیونکہ زرتشتی آئین کے احیاء کی یہ لہر در اصل ریاکاری اور تزویر پر مبنی ہے۔ اس اقدام کے پیچھے کوئی صداقت نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا گذشتہ خط ثابت کرے گا کہ مسلمان اور زرتشتی ریاکاروں کے اس اقدام کو فاش کروں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ایرانی حکام پارسیوں کے سرمایہ پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ خوش قسمتی سے یا بد بختی سے انہوں نے بیش از حد اس اثاثہ و سرمایہ کے بارے میں مبالغہ آمیزی کی ہے۔ پارسیوں کو ایران میں ہجرت کی ترغیب دلانے کی خاطر، البتہ اپنے سرمایہ سمیت، ان سے کہا گیا کہ ایران دوبارہ از سرِ نو زرتشتی دین کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہے اور پارسیوں کے ایران واپسی سے مساجد آتشکدوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اسکے علاوہ یہ بھی افواہیں ہیں کہ اکثر پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ رضا شاہ نے فیصلہ کیا ہے کہ زرتشتی مذہب کی ظاہری علامت

"سُدرہ" اور "کستی" کو متعارف کیا جائے۔(4) علامہ کو ایرانی اسلامی تہذیبی و ثقافتی اقدار عزیز ہیں اسلیے انہوں نے اس خط میں اس خدشے کی وضاحت کی ہے کہ اس دور میں قدیم ایرانی پارسی اقدار کو اسلامی اقدار پر فوقیت دیکر اسلامی تشخص کو مٹانے یا حذف کرنے کی دانستہ کوشش کی جارہی ہے۔ اس سنجیدہ سماجی مسئلے کو علامہ نے نریمان کے ساتھ مکاتبے میں بیان کیا اور عباس آرام کے ساتھ خط و کتابت میں بھی تفصیل سے بیان کیا۔

ایران سے مخصوص وفد بھی پارسیوں سے ملنے کے لیے آیا ہے تاکہ ان کو یہی قصہ سنائیں جن میں سے زیادہ رسوا سیف آزاد تھا۔ میرے ایک چھوٹے گروہ کی مخالفت کی وجہ سے یہ پروپیگنڈہ اور دین کی تبدیلی کی بات اس وقت ظاہری طور پر مختل ہوچکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے خلاف محض سازش ہی کا ایک حصہ ہے۔ خوش قسمتی سے پارسی اخبارات میں ہمارے پاس کافی شواہد موجود ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ ایران اپنے دین کی تبدیلی اور زرتشتی دین کے احیاء کے درپے ہے۔ اس سلسلے میں ایران کے اعلیٰ حکام کو اپنے مرسلہ خطوط آپ کو بھیجوا دوں گا۔ اس مسئلہ نے مجھے پارسی اخبارات میں مختلف ردعمل سے روبرو کیا اور تہران میں چند ریاکار اشخاص مجھ سے ناراض ہوئے۔ اِن ریاکاروں میں سے ایک لیڈر کا خط میرے پاس موجود ہے۔ وہ ایک زرتشتی ہے اور اپنی کامیابی ظاہر کرنے کے لیے یوں لکھتا ہے؛ "اب مسلمان واعظین اپنی مساجد میں ایران کے سابقہ دین زرتشت کا ذکر کرتے رہتے ہیں"۔ نریمان فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حکام کو بھیجوائے گئے خط کے علاوہ ہندوستان ٹائم کو اپنے مراسلے کی کاپی بھی ضمیمہ میں آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ بمبئی میڈیا امیر پارسیوں کے زیر اثر ہیں۔ جن میں سے اکثر اشخاص متعصب ہیں۔ اسی طرح اپنے مخلص نظریات کو بیان کرنے کے لیے میرے ہاتھ باندھ دیے گئے ہیں۔ اگر میرے پاس کثیر اشاعتی اخبار ہوتا تو میں ان تمام سازشوں کو بے نقاب کرتا۔ خط میں فردوسی کے جشن ہزار سالہ کے تقریب کے موقع پر نریمان ٹیگور کے دورہ ایران کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ٹیگور کا دورہ ایران ایک نمائشی مسخرہ تھا۔ اس چالاک بنگالی نے فناٹیک پارسیوں کو دھوکہ دیا ہے۔ مقالہ "لومڑی، بندر اور فاختہ" کو ضمیمہ میں ارسال کرچکا ہوں۔ آپ اسکو سمجھ پائیں گے۔ اس مقالہ کو میں نے کئی اخبارات کو ارسال بھی کیا لیکن اب تک کسی اخبار نے اسکو شایع نہیں کیا ہے۔"(5)

نریمان آگے اپنے مطلب کی وضاحت کرکے کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ جو پارسیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ عرب مسلمانوں کے دباو اور دشمنی کی وجہ سے ایران سے فرار اختیار کیے؛ ایک تاریخی مغالطہ اور نادرست استدلال ہے۔ میرا پختہ خیال ہے کہ ایران کا اسلام کی طرف مائل ہونے کا اصل سبب موبدوں اور

مذہبی طبقہ کے ظلم و ستم سے برات تھا۔ میرے خیال میں ایران میں زرتشتی جس اذیت سے دوچار ہوتے تھے وہ عربوں کی جانب سے نہیں تھا، بلکہ اُن زرتشتیوں کی جانب سے تھا جو دنیاوی لالچ کی خاطر اسلام قبول کیا تھا۔ اور چونکہ وہ خود اپنے سابقہ دین چھوڑ چکے تھے وہ اس بات کے متحمل نہیں تھے کہ انکے رشتہ دار اور اقرباء اسی طرح اپنے سابقہ دین پر قائم رہیں۔

لہذا جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی سابقہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے اور اس پر منصوبہ سازی ہوتی ہے اور ایرانی حکمران بھی تاریخی تحریفات اور جعل کاریوں کی حمایت کرتے ہیں تو ایسی صورت حال میں میرا دل چاہتا ہے کہ بڑی زور اور تاکید کے ساتھ، ضروری نہیں کہ اسلام کی خاطر بلکہ تاریخی حقایق کا دفاع کروں اور جانبداری کا اظہار کروں۔ فروغی نے ٹیگور کو تجویز پیش کی ہے کہ فارسی ثقافت کھڑیۓ قائم کی جائے تاکہ پارسیوں کے لیے مفید ہو لیکن اس وعدے کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا ہے۔

پیارے دوست! میرے خیال میں سیاست کی دنیا میں قدم رکھتے ہوئے حقیقت میں آپ بے راہ ہوگئے ہیں۔ کاش آپ تاریخ اور فلسفہ کے میدان کی طرف دوبارہ پلٹ جاتے۔ اس سلسلے میں، میں آپ کے ساتھ تعاون کر سکتا ہوں تاکہ دنیا کو ثابت کروں کہ اسلام کئی حوالوں سے ایران کا نجات دہندہ رہا ہے۔ گرچہ میں دین محمدی کا پیرو کار نہیں ہوں لیکن تاریخی حقایق کے پرچار کا قائل ہوں۔ آپ کا ارادتمند۔ گ۔ ک۔ نریمان"(6)

اس خط کا لب لباب یہ ہے کہ پہلوی دور حکومت میں پارسی قوم پرستی کے ساتھ ساتھ آریائی نژاد پرستی کی ایک لہر چلی جسکا مقصد پہلوی شہنشاہیت کو تقویت اور استحکام بخشنا تھا۔ ایران کی پہلوی حکومت اپنے استحکام کی خاطر پارسی اقدار اور قدیم فارس کے تہذیب و ثقافت پر پابند رہنے کا پروپیگنڈہ کرنے کے مہم پر خطیر رقم خرچ کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس موقع پر ایرانی روشن خیال دانشوروں، بشمول کسروی، فروغی و غیرہ نے دین زرتشت کی باز گشت کے پروپیگنڈے کیے اور اس پروپیگنڈے کو ایرانی سرحدات کے پار ہندوستان میں زیادہ پزیرائی ملی۔ صحافی نریمان ان تمام سازشوں کے پس پردہ منصوبوں سے واقف تھا اور اسکی فکر رسا نے اسکو مجبور کیا کہ اسکی مخالفت کرے۔ ان حقائق کو علامہ نے عباس آرام تک پہنچانے کے لیے یہ چند خطوط تحریر کیے تاکہ اصل حقائق ایک پارسی دانشور صحافی کی زبانی بیان ہو۔

» » » » » » » » »

توضیح وحواشی

1. یاد رہے کہ خلافت عثمانیہ کے دور میں واقعی پان اسلام ازم کا بھوت ترکوں کے سر پہ صدیوں تک سوار تھا۔ قفقاز اور بالٹک ریاستوں کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے مذہب کا سہارا لیا جاتا رہا اور اب وہی بھوت "پان ترک ازم" کی صورت میں انکے سر پر سوار ہے۔ موجودہ حالات میں ترکیہ کی یہ کوشش ہے کہ وسطی ایشیائی ریاستوں میں ازبکستان، ترکمنستان اور آذر بائیجان کے ترک نژاد اور شمالی افغانستان میں آباد ازبک اور ترکمنو ں کی آمیزش سے وسیع ترکستان کی بنیاد رکھے اور ایک عرصے سے یہ ترک قوم کا ایک خواب دیرینہ ہے جس کے لیے سماجی سطح پر یہ تگ ودو کر رہے ہیں۔
2. ہرات کے علماء نے تبریز کے علماء کو 17 سوالات لکھ کر بھیجے۔ علماء نے سوالات کا جواب دینے کے لیے محمود شبستری کا انتخاب کیے۔ شبستری نے سوالات کے جواب دیے لیکن گلشن راز میں صرف پندرہ سوالوں کے جواب موجود ہیں۔ اقبال نے گلشن راز جدید میں نو سوالوں کے جواب دینے کے بعد "بندگی نامہ" نظم شروع کیا ہے۔
3. جاوید نامہ کے فلک قمر میں طاسین زرتشت کے عنوان سے سرودوں کی طرف اشارہ۔
4. سدرہ سفید لباس، بغیر گریبان طویل لباس زرتشتی رسمی لباس ہے۔ کستی ایک بیلٹ ہے جو زرتشتی سال کے عمر سے کمر سے باندھتے ہیں جس میں 72 دھاگے ہیں یہ اوستا کے حصےیسا ۰ کے 72 ابواب کی علامت ہے۔ کستی کو تین بار کمر کے گرد لپیٹا جاتا ہے جو مزد سینا کے تین اہم اصول؛ گفتار نیک، پندار نیک اور کردار نیک کی علامت ہے۔
5. ک۔ گ۔ نریمان۔ مرسلہ خط 11 جولائی 1932ء بمبئی
6. ایضاً

Explanation and Notes:

1. It should be remembered that during the Ottoman Caliphate, the ghost of Pan-Islamism was really hanging over the heads of the Turks for centuries. Religion was used to unite the Muslims of the Caucasus and the Baltic states

with them, and now the same ghost is hanging over their heads in the form of "Pan-Turkism". In the current situation, Turkey is trying to lay the foundation of a vast Turkestan by mixing the Turks of Uzbekistan, Turkmenistan and Azerbaijan in the Central Asian states and the Uzbeks and Turkmens living in northern Afghanistan, and this has been a long-standing dream of the Turkish nation for some time, for which they have been striving at the social level.

2. The scholars of Herat wrote and sent 17 questions to the scholars of Tabriz. The scholars chose Mahmud Shabastri to answer the questions. Shabastri answered the questions, but the answers to only fifteen questions are available in Gulshan-e-Raz. Iqbal started the poem "Bandig-e-Nama" after answering nine questions in Gulshan-e-Raz-e-Jadeed.

3. Reference to the hymns titled Tasin Zarathusht in the Falak Qamar of the Javed Nama.
4. Sidra White robe, a long robe without collar, is the Zoroastrian ceremonial dress. The Kasti is a belt worn by Zoroastrians from the age of 72, which has 72 threads, symbolizing the 72 chapters of the Yasna, part of the Avesta. The Kasti is wrapped around the waist three times, symbolizing the three important principles of Mazdasena; good speech, good conduct and good character.
5. K.G. Nariman. Letter dated 11 July 1932, Bombay

6. Libd

ضمایم:

پہلے دو ضمیمے عباس آرام کے نام اقبال کے خطوط ہیں جبکہ آخری خط نریمان کا علامہ کے نام خط ہے جسے علامہ نے اپنے خط کے ساتھ لف کر کے عباس آرام کے مطالعہ کے لیے بھجوایا ہے۔

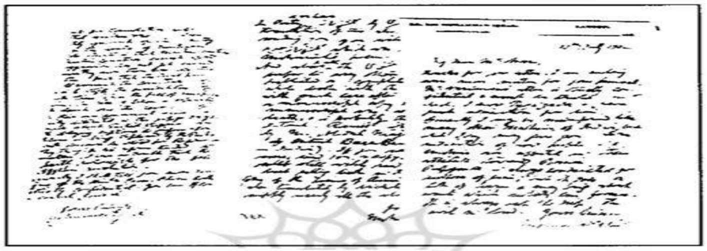

نامہ شمارہ ۱

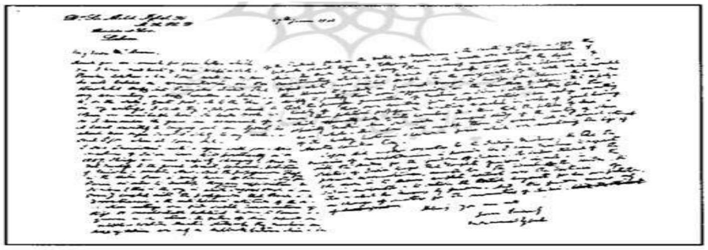

نامہ شمارہ ۲

Confidential

G. K. Nariman, [illegible] P.O.,
(JOURNALIST) [illegible]-10.
11th July, 19 [illegible].

My dear Sir Mahomed Iqbal:

Yours of the [illegible] is a pleasure indeed.

The "[illegible]" was at his own request borrowed by a Musalman friend who promised to help me as to some of my difficulties. The gentleman has [illegible] turned up again nor returned me the book, though a reminder has been sent to him. I should very much like at least to publish the [illegible] or whatever you call on Zoroaster [illegible] in English.

As regards the propaganda for re-introducing Zoroastrianism in Persia, I wish the Musalman friends whom I appealed had taken some timely [illegible]. It is not yet too late; but the greater the delay naturally, [illegible] will be the success to stem the tide, not of Zoroastrianism, but of the sickening hypocrisy. My previous letters will show you how I laboured to point out the aim of the Parsi fanatics and the [illegible] Persian Musalmans. The Persian authorities have an eye to Parsi wealth. Fortunately or unfortunately they have considerably [illegible] the amount. In order to induce the Parsis to migrate to Persia, of course with their capital, it was suggested to them that Persia was ripe to re-adopt Zoroastrianism and that the return of the Parsis would see the conversion of the mosques into fire-temples. Nay, there are rumours and a number of Parsis believe that [illegible] is going to put on sadra and kusti, the outward symbols of Zoroastrianism. [illegible] certain emissaries from Persia came to the Parsis to tell the same tale. The most notorious among them was [illegible]. I have written about him at length in my previous letters. Owing to the opposition by my small party and myself, the programme of conversion has been now openly and publicly abandoned. It is alleged that it was never an item in the Iran-ward scheme. However, I have my own doubts about it; and fortunately we have sufficient evidence in the Parsi newspapers that there was a plan for the re-conversion of the Musalman Persians to Zoroastrianism. In this connection, I am posting you the [illegible] which I addressed to the highest authorities in Persia. It has earned me a mixed reception in the Parsi press but the hypocrites in Teheran are up in arms against me. There is a letter before me from a leader of these hypocrites, who, a Zoroastrian, in order to [illegible] his triumph writes to me:

"Now Mohammedan preachers talk of the ancient religion of Persia in the Moslem mosques...."

Besides my letter to the highest authorities, I am enclosing a copy of the letter which has been sent to the [illegible] of India". I have before told you my difficulties. The [illegible] press is under the influence of the wealthy Parsis who are [illegible]. Hence I am handicapped for want of a channel to express my honest views. I cannot even reply to the lampoons against me in the Parsi press. I could [illegible] the whole plot here if I have a newspaper, pretty widely read.

[illegible]'s visit to Persia was a farce. It was brought about with the help of Parsi bigots. The shrewd [illegible] has scored over the fanatic Parsis. The enclosed "[illegible] and the Cuckoo" will tell you how. It has gone to several newspapers but none has yet published it.

I will now explain my objective. I hold that this [illegible] about the Parsis having to leave Persia under the sword of Islamic Arabs is a historic fallacy. I very solemnly hold that the conversion of Persia to Islam was brought about by the unbearable condition of the [illegible], or the priestly class. Thirdly, I maintain that whatever persecutions to which the Zoroastrians in Persia were subjected came not from the Arabs but from the [illegible] who had accepted Islam for worldly objects and who did not like their own relatives and [illegible] to persevere in the old faith when they were themselves apostatising. Then, therefore, I see that the old question is again raised up and that when the Persian Govt. lends support to the historic inaccuracy, I should very much like to take up cudgels, not necessarily on behalf of Islam, but on behalf of historic truth. [illegible]'s offer to [illegible] for the establishment of a Chair of Persian culture as a compensation for the help given to the Parsis in distress [illegible] in a piece of unredeemed cant.

I think, my dear friend, you have good [illegible] you have taken up politics. I wish you came back to the domain of history and philosophy. I own co-operate with you to prove to the world that in all respects Islam came as a saviour to Iran. I am not a believer in [illegible] but I am a believer in the propagation of historic verities.

Yours sincerely,
GKN

نامۂ شمارہ ۵